بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالحدیث رحمانیہ دہلی مرحوم
مشاہدات اور تاثرات

اقساط دوم

یہ مضمون بہت طویل انتہائی دلچسپ، عبرت خیز اور معلومات سے بھرپور ہے۔ یہ کئی قسطوں میں شائع ہو سکے گا۔ انشاء اللہ۔

اس مضمون کے عنوانات درج ذیل ہیں۔

۱۔ دارالحدیث رحمانیہ کی تاسیس کا پس منظر اور اس کے اغراض و مقاصد۔
۲۔ دارالحدیث کی خصوصیات اور اس کے نصاب تعلیم کا تفصیلی تعارف۔
۳۔ مدرسین حضرات کا تعارف اور ان کی سیرت و کردار کا مختصر خاکہ۔
۴۔ اہل علم زائرین کرام کا تعارف اور ان کے افکار و آراء اور تقاریر کے اہم نکات کا خلاصہ۔
۵۔ دارالحدیث رحمانیہ سے فارغ ہونیوالے اہل علم کا تعارف اور ان کی کاوشوں کا مختصر خاکہ۔
۶۔ طلباء کی غیر نصابی سرگرمیاں اور مہتمم صاحب کی دلچسپی۔
۷۔ مہتمم دارالحدیث رحمانیہ کے اخلاق و کردار کا ایک خاکہ اور ان کی انتظامی صلاحیت۔
۸۔ دارالحدیث رحمانیہ کا انتظام، نظام امتحان اور ممتحن حضرات کا تعارف۔
۹۔ دارالحدیث رحمانیہ میں طلبہ کے قیام و طعام اور دوسری سہولیات کی تفصیل۔
۱۰۔ ہم سبق ساتھیوں کا مختصر تعارف۔
۱۱۔ متفرق امور۔

عبدالغفار حسن

شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ مبارکپوری

استاد محترم سے راقم الحروف نے شروع شروع میں بلوغ المرام اور ساتویں سال میں مؤطا امام مالک کے اسباق پڑھے۔ مولانا موصوف تدریس کیلئے پوری طرح تیار ہو کر آتے تھے۔ بلوغ المرام پڑھاتے ہوئے اس کی مشہور شرح سبل السلام اور دوسرے اہم حواشی یا خلاصے مقری بلوغ المرام کے حاشیے پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح مؤطا امام مالک پڑھاتے ہوئے ان کا ذوق حدیث اور بھی بڑھ گیا وہ مؤطا کی تمام شروح مثلاً زرقانی محلیٰ، باجی مسوی عربی، مصفیٰ فارسی تالیف ولی اللہ شاہ صاحب۔ اسی طرح دوسری شروح کا خوب مطالعہ کرتے۔ اور مؤطا کے حاشیے پر اہم نقاط تحریر فرماتے۔ افسوس ہے کہ اس زمانے میں قلمبند کرنے کا رواج نہ تھا۔ اور نہ ہی کیسٹ کا رواج تھا۔ اس لیے ساری اہم معلومات فضا میں منتشر ہوگئیں۔ لیکن اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ راقم الحروف نے بعد میں مختلف مدارس خصوصاً جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں حدیث پڑھاتے ہوئے استاد محترم کا طریقہ اپنایا۔ جامعہ اسلامیہ میں کلیہ کے چاروں سالوں میں بلوغ المرام پڑھائی جاتی ہے۔ یعنی اس کی تقسیم اس طرح پر ہے۔ اول کلیہ میں کتاب الصلوٰۃ نصف۔ ثانیہ کلیہ میں کتاب الصلوٰۃ نصف ثانی مع کتاب الزکوٰۃ۔ کتاب الصوم اور کتاب الحج اور ثالثہ کلیہ میں کتاب البیوع اور کتاب النکاح اور طلاق اور رابعہ کلیہ میں کتاب القضاء، کتاب الجہاد اور کتاب النذور والایمان اور کتاب الادب مقرر ہیں۔ راقم الحروف کے پاس زیادہ تر ثالثہ کلیہ اور رابعہ کلیہ کے اسباق رہے ہیں۔ میں نے سبل السلام کے ہر دو صفحوں کے درمیان دو سفید کاغذ لگوا کر از سر نو جلد بنوائی اور شارح کی تشریحات کے علاوہ دوسری

شروح سے یا دوسرے اہل علم کی تصانیف سے جو معلومات حاصل ہوئیں ان کو سفید اوراق پر نقل کرتا رہا۔ اس طرح پڑھانے میں سہولت ہوئی اور یہ طریقہ کار میں نے شیخ مبارکپوری سے سیکھا۔ اور پابندی سے اس پر عمل کیا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ استاد جو کچھ بھی مطالعہ کرے یا تحریری طور پر منضبط کرتے وہ سب کا سب طلبہ کو بیان کر دے۔ بلکہ یہاں حسب ضرورت ہوتا ہے۔ لیکن تحریر سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ایک مسئلے کے بارے میں مختلف دلائل اور مواد یکجا مل جاتا ہے۔ (حوالوں کے ساتھ ساتھ) بہرحال یہ بات ضمناً آگئی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری شیخ الحدیث کا طریقہ تدریس نہایت ہی موثر اور دلکش ہوتا تھا۔ آواز بہت پست ہوتی تھی لیکن مٹھاس میں ڈوبی ہوئی اور شفقت سے بھرپور۔ استاد محترم کے ذوق حدیث کو دیکھتے ہوئے ایک دو سال کیلئے مولانا عبدالرحمن مبارکپوری کی خدمت میں بھیج دیا گیا تھا تاکہ تحفۃ الاحوذی کی تصنیف میں تعاون کر سکیں۔ اس طرح مولانا عبدالرحمن مبارکپوری محدث العصر اور امام الحدیث کی خدمت کام کرتے ہوئے اور ان کے زیر نگرانی ترمذی کی شرح کا مسودہ لکھتے ہوئے انکا ذوق حدیث اور دوبالا ہو گیا۔ یعنی سونہ پہ سہاگہ۔ اس لیے مولانا اس مرافقت کے بعد جب دوبارہ رحمانیہ آئے اور موطا امام مالک پڑھائی تو کچھ اور ہی رنگ تھا۔ میرے فارغ ہونے کے کچھ عرصہ بعد معلوم نہیں کیا بات ہوئی کہ مولانا احمداللہ صاحب دارالحدیث رحمانیہ سے علیحدہ ہو گئے اور ان کی جگہ صحیحین کی تدریس مولانا مبارکپوری کے ذمے کر دی گئی۔ کئی سال تک صحیحین۔ سنن ابی داوٗد اور جامع ترمذی پڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ ۴۷ء کی شورش میں دارالحدیث

رحمانیہ پر ہندو غنڈوں کا حملہ ہوا۔ اور یہ علمی آستانہ اجڑ گیا۔ حاجی عبدالوہاب خلف الرشید شیخ عطاء الرحمن نے دارالحدیث کے کتب خانے کو محفوظ رکھنے کے لیے اس بحران کی حالت میں یہی مناسب سمجھا کہ سارا کتب خانہ کسی نہ کسی طرح جامعہ کو منتقل کر دیا جائے۔ اب سنا ہے کہ دارالحدیث رحمانیہ میں قال اللہ و قال الرسول کی بجائے ہائی سکول کے مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ جن کی زیادہ تر تعلیم ہندی میں ہوتی ہے۔

محترم شیخ الحدیث کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مشکوٰۃ کی شرح مرعاۃ المفاتیح کے نام سے تحریر کرنی شروع کی ہے۔ ابھی تک سات جلدیں مکمل ہوئی ہیں۔ کتاب البیوع تک پہنچے ہیں یعنی مشکوٰۃ کا ابھی تک آدھا حصہ بھی مکمل نہیں ہوا۔ یہ شرح کیا ہے ایک موسوعۃ الحدیث ہے۔ جس میں ہر حدیث کے متعلق پوری تفصیل کے ساتھ متعلقہ مضامین بیان کر دیے گئے ہیں۔ استاد محترم صحت کی کمزوری کے باوجود ابھی کچھ نہ کچھ املاء کراتے رہتے ہیں۔ اور تسوید کا کام جاری ہے۔ خدا کرے استاد محترم شیخ الحدیث کی زندگی میں عظیم کام پایہ تکمیل کو پہنچ جائے اور خیر و عافیت کے ساتھ اتنا موقع مل جائے کہ اس تصنیف کا ایک علمی مقدمہ بھی مرتب ہو جائے۔ جس طرح کہ استاد محترم کے شیخ مکرم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی کا نہایت ہی جامع اور عالمانہ مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد استاد المحترم شیخ مکرم مخدومی نے جو میرے نام مکاتیب لکھے ہیں ان کی اشاعت بھی علمی لحاظ سے مفید رہے گی۔

مولانا نذیر احمد صاحب

مولانا مرحوم سے راقم الحروف نے متعدد کتابیں پڑھی ہیں۔ جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

مسلم العلوم، صحیح مسلم جزوی طور پر اور بعض صرف و نحو کی کتب مولانا استاد محترم میں خطابت اور انتظامی صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی اور تحریری ملکہ بھی حاصل تھا۔ جس زمانے میں راقم الحروف جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ میں مدرس تھا۔ کچھ طلبہ نے کوشش کی مولانا موصوف کی تدریس کیلئے جامعہ میں تشریف لے آئیں اور ان کے وسیع علم سے طلبہ فائدہ اٹھائیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان کی زندگی نے وفا نہیں کی۔ اور وہ ۳ مئی ۶۰ء میں وفات پا گئے۔ ان کے کئی صاحبزادے ہیں جن میں سے ایک کا نام بلال احمد ہے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ ہوئے ہیں اور فراغت کے بعد نائیجیریا میں درس و تدریس اور دعوۃ و تبلیغ کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ ان کی عمر میں برکت دے۔ اور خلوص و تقویٰ اور صحت و عافیت سے نوازے۔ آمین

شیخ عطاء الرحمن صاحب انتظامی معاملات میں زیادہ تر استاد محترم مولانا نذیر احمد سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ زیادہ تر مدرسے کا انتظام ان کے سپرد تھا۔

تصانیف

استاد محترم کی اردو زبان میں کئی تصانیف ہیں۔ ان میں سے ایک مشہور تصنیف جو میرے پاس موجود ہے۔ اس کا نام ہے "اہلحدیث اور سیاست" یہ

کتاب بہت سی اہم معلومات کا مرقع ہے۔ مولانا مرحوم کے بارے میں دوسری اہم معلومات اہل حدیث اور سیاست کے دیباچہ مرتبہ مولانا آزاد رحمان میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں استاد محترم کا تذکرہ بحیثیت مدرس رحمانیہ کیا گیا ہے۔ خاص طور پر اپنے مشاہدات و تاثرات ذکر کیے گئے ہیں۔

مولانا کبیر الدین صاحب

جس وقت میں رحمانیہ میں داخل ہوا تو مولانا موصوف چھٹے سال میں تھے۔ یعنی فارغ ہونے میں تین سال باقی تھے۔ فارغ ہونے کے بعد دارالحدیث رحمانیہ میں بطور مدرس ان کا تقرر ہو گیا۔ مولانا محترم کا تعلق مشرقی بنگال سے تھا۔ باوجود بنگالی ہونے کے اردو زبان بڑی روانی سے بولتے تھے۔ راقم الحروف نے ان سے سنن نسائی پڑھی ہے۔ بہت محنت سے پڑھاتے اور طلبہ کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتے۔ لیکن رحمانیہ میں ان کے قیام کا زمانہ ایک دو سال سے زیادہ نہ رہا۔ مولانا موصوف رحمانیہ سے الگ ہونے کے بعد مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں عرصہ دراز تک دینی علوم کے استاد رہے۔ مزید تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔ کہ زندگی کے آخری دور میں ان کے کیا کیا مشاغل تھے اور کب وفات پائی۔ اتنا ضرور یاد ہے کہ لاہور میں مولانا کبیر الدین صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ اور ان کی تقریر سے سامعین محظوظ ہوئے تھے۔ یہ جلسہ لاہور موچی دروازہ میں ہوا تھا۔

مولانا محمد سلیمان ماؤی اعظمی

مولانا عبدالرؤف صاحب بنگالی

ان دونوں حضرات سے میں نے ابتدائی عربی کتابوں کی تعلیم حاصل کی۔ میزان، منشعب، نحو میر وغیرہ۔

مولانا عبداللہ صاحب ندوی

مولانا موصوف کا تقرر رحمانیہ میں اس وقت ہوا جبکہ میرا آخر تعلیمی سال تھا۔ مولانا موصوف کا عربی ادب کا ذوق بہت اچھا تھا۔ راقم الحروف نے ان سے دیوان حماسہ پڑھی۔ بہت اچھے انداز میں پڑھاتے تھے۔ اشعار کی تشریح کبھی عربی میں اور کبھی اردو میں کرتے۔ شاعرانہ ذوق بھی تھا۔ کبھی ترنم کے ساتھ اپنے اشعار سنایا کرتے تھے۔ شیخ عطاء الرحمن مہتمم مدرسہ بھی ان کی بہت قدر کرتے اور ان کے مشوروں پر عمل کرتے تھے۔ ان کے پاس اکثر عرب کی کتابیں زیر تدریس تھیں۔ مولانا موصوف دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فارغین میں سے امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ ۵۲ء میں جب راقم الحروف اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دعوتی دورے پر مشرقی پاکستان "مرحوم" گیا تو استاد محترم سے ملاقات ہوئی اور جمعہ کی نماز کے بعد مولانا محترم نے مجھے تقریر کا موقع دیا۔ افسوس ہے کہ اس کے بعد ملاقات نہ ہو سکی۔ مولانا محترم استاد مکرم مولانا محمد جونا گڑھی مرحوم کے ہم زلف تھے۔

مولانا عبدالغفور صاحب ڈیسکوھری ضلع بستی

مولانا موصوف ۴۳ء کے شروع میں رحمانیہ تشریف لائے۔ یہ میرا آخری تعلیمی سال تھا۔ یوں سمجھیئے کہ مولانا عبداللہ ندوی اور مولانا عبدالغفور صاحب دونوں کی آمد کا سال ایک ہی تھا۔ مولانا موصوف نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ ادبی ذوق اچھا تھا۔ عربی انشاء اور ترجمتین کیلئے ہماری جماعت ان سے استفادہ کرتی تھی۔ بڑے خوش اخلاق، متواضع اور طلبہ کیلئے مشفق و مربی استاد تھے۔ افسوس ہے کہ ان سے زیادہ استفادے کا موقع نہ مل سکا۔ مولانا موصوف مولانا اعزاز علی مرحوم کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔

مولانا محمد شریف صاحب پشاوری

ان سے ہماری جماعت نے حسب ذیل کتابیں پڑھیں۔

شرح وقایہ قدوری اور شرح تہذیب، شرح جامی، کافیہ شافیہ اور رشیدیہ۔ جزوی طور پر نیز محیط الدائرۃ، قطبی مولانا موصوف کے پڑھانے کا انداز اچھا تھا۔ طلبہ کے ساتھ اس طرح میل جول رکھتے تھے جیسے بڑے بھائی چھوٹے بھائیوں سے رکھتا ہے۔ عام طور پر اساتذہ کم آمیز ہوتے ہیں۔ لیکن استاد محترم اس کے برعکس تھے۔ حنفی ہونے کے باوجود کبھی انہوں نے ایسی بات نہیں کہی جس سے مذہبی تعصب کا پتہ چلتا ہو۔

ان کتابوں کے علاوہ مدرسہ رحمانیہ میں ابتدائی کلاسوں میں ترجمہ قرآن کی تدریس کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔ یہ ترجمہ قرآن مختلف کلاسوں میں متعدد اساتذہ پڑھایا کرتے تھے۔

مولانا محمد داؤد شاہجہاں پوری ضلع میرٹھ

مولانا موصوف سے میں نے ہدایۃ النحو، فصول اکبری اور اس قسم کی دوسری کتابیں پڑھی ہیں۔ بہت ہی ذہین اور قابل طلبہ میں شمار ہوتے تھے۔ رحمانیہ سے فارغ ہو کر وہیں پر مدرس ہو گئے۔ تقریباً ایک سال انہوں نے پڑھایا۔ ان کی خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے رحمانیہ کا پورا نصاب چار سال میں ختم کر دیا۔ یعنی ہر سال دو کلاسوں کا امتحان دیا کرتے تھے۔ تحریری ملکہ بہت اچھا تھا۔ درس و تدریس میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ رحمانیہ سے الگ ہونے کے بعد عمر آباد دارالسلام میں بھی پڑھاتے رہے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی منتقل ہو گئے تھے۔ یہاں کراچی میں رہتے ہوئے انہوں نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور ساتھ ہی حدیث کی اہم کتاب "الاخبار" اور اس کی مشہور شرح "نیل الاوطار" کا ترجمہ اردو میں کر ڈالا۔ منتقی الاخبار کا یہ ترجمہ ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکا۔ دیکھیے کب اس کی باری آتی ہے۔ کراچی کے مشہور سلفی عالم قاری عبدالخالق صاحب ان کے داماد ہیں۔ قاری صاحب موصوف بھی رحمانیہ کے فارغین میں سے ہیں۔ جو غالباً ۴۰ء میں فارغ ہوئے ہیں۔

مولانا محمد داؤد راغب رحمانی مولانا محمد ابراہیم دہلوی کے ہم سبق اور گہرے دوست تھے۔ حافظ موصوف کی وفات کے بعد ان کی بیوی سے مولانا داؤد موصوف نے شادی کر لی تھی۔ یہ رشتہ خوب کامیاب رہا۔